

کتاب راوی کی مرویات اور امام احمد بن حنبلؒ و علامہ احمد شاکرؒ کی آراء کا تقابلی مطالعہ

The Traditions of Liar Narrators and a Comparative
Study of the Opinions of Imam Ahmad Bin Hanmbal
And Allama Ahmad Shakir

ڈاکٹر حبیب الرحمن: اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج سمن آباد، فیصل آباد
ڈاکٹر احسان الرحمن غوری: ایسوسی ایٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

Abstract:

Imam Ahmad bin Hambal (RA) is Famous among all of his contemporaneous for his principles to authenticate any Prophetic narration and narrators chain. It is an immense observation that which condition and term he used to identify any narration's status, in all of its way we found it appropriate and accurate. Although, there are many suggestions to analyze his method of principles and conditions. The most influencing aspect of his method that he identified many false narrators and authenticates the status in the light of his principles and rules. He discussed many principles in this regard i.e. the narrations contains on wording which is poor and unauthenticated way, and there should be an clue which indicates its falseness. Moreover, its chain must be self-made which doesn't exist in any book or database of hadith. These are the rare principles to identify false narrations and chains in Ahadith's. Which has been indicated by Imam Ahmad bin Hambal (RA)? In this Research, Author presented and focused on methodology in above said topic.

Keywords: Imam Ahmad, Falseness, Narrations, principles, self-made Chains.

راوی کی عدالت میں بوجہ کذب، کلام اور اس پر نقد کرنا اس کی حدیث کو رد کرنا اور اسے موضوع شمار کرنے میں امام احمد اور جمہور محدثین کے طرز عمل میں بالعموم یکسانیت پائی جاتی ہے۔ البتہ کچھ امور ایسے ہیں جن میں امام احمد دیگر سے خاص انداز اور اسلوب کے حامل ہیں۔ اسی طرح کذب سے متعلقہ اصطلاحات کے اطلاق میں بھی ان کا نکتہ نظر قدرے مختلف ہے۔ متقدمین و متاخرین کے مناجع میں ایک بنیادی فرق جو امام احمد بن حنبل کے مناجع اور ان کی کلام کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ متقدمین ان روایت پر بھی کذب کا اطلاق کرتے اور ان کی روایت کو موضوع شمار

کرتے تھے جنہوں نے اپنے شیخ سے غیر مسموعہ روایات بیان کی ہوں۔ اسانید میں یا متون میں قلب کر دیا ہو، تلقین کو قبول کر کے متن و سند میں خطا کی ہو، ثقات کی روایت کو ضعفاء سے ملادیا ہو یا اس کے برعکس کیا ہو یا پھر حدیث کے بیان میں شک و تردد یا وہم کیا ہے۔ امام احمد نے ان تمام صورتوں میں روایت لینے سے اجتناب کیا ہے اور اس پر وضع کا اطلاق کیا ہے۔ اگر دقت نظری اور کثرت عنایت سے کام لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے اس وضع کا شاخسانہ ان کے ہاں ان تمام صورتوں میں کذب یا تہمت کذب نہیں بلکہ روایت کو اس کے اصل متن یا معنی و مفہوم سے ہٹا کر بیان کرنا ہی ان کے نزدیک وضع تھا۔

امام احمد بن حنبلؒ کا جہاں تک معاملہ ہے تو ان کے نزدیک کذب یا تہمت کذب راوی کی موجود قرائن سے بھی تائید ہو جاتی ہے، ان کی کئی اقسام ہیں۔ معروف قرائن میں راوی کا کذاب ہونا یا موضوعات کو بلا تصدیق و سماع بیان کرنا، راوی کا حدیث چرانا جس کا حکم ان کے نزدیک ”یسرق الحدیث“ ہے، راوی کا شیخ سے ایسی روایت بیان کرنا جو اس سے نہ سنی ہو، اور راوی کا ان روایات کو بلا روک ٹوک بیان کرنا جو گھڑی ہوئی ہوں لیکن اس کو خبر نہ ہو، شامل ہیں۔ یہ وہ قرائن ہیں جو امام احمد کے نزدیک کسی راوی میں ثابت ہو جائیں تو وہ کذب یا تہمت کذب کے حکم کو پہنچ جائے گا اور اس کی روایت کو موضوع قرار دیکر رد کر دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ حدیث کے موضوع یا باطل ہونے کے حوالے سے بھی امام احمد نے چند قرائن ذکر کیے ہیں اور ان کی امثلہ بھی ملتی ہیں۔ ان قرائن میں معروف درج ذیل ہیں:

(۱)۔ ایسی روایت ہو جس کے الفاظ از حد قبیح اور رکیک ہوں، ترغیب و ترہیب میں ایسے فضائل یا وعیدوں پر مشتمل ہو جو فطری طور پر وجود میں نہ آسکیں، نیز شرعی اصولوں اور ضابطوں کے خلاف اس میں غیر شرعی امور یا اصولوں کی مخالفت موجود ہو۔

(۲)۔ روایت میں ایسا قرینہ موجود ہو کہ جو دلالت کرے کہ یہ روایت مسند میں موجود معروف روایت سے ہر گز نہیں ہو سکتی اور نہ ہی ان میں سے کسی کے ہاں اس کی کوئی اصل ہے۔

(۳)۔ روایت کی سند منکر ہو جو بتلائے کہ متن پر اس سند کو چسپاں کر دیا گیا ہے حالانکہ یہ سند گھڑی ہوئی اور فرضی ہے۔

(۴)۔ ایسی روایت ہو جو کسی راوی کے نسخہ سے معروف سند کے ساتھ بیان کی گئی ہو لیکن تلاش کرنے پر اس نسخہ میں وہ نہ ملے تاہم دیگر روایات کا اسی سند سے مل جاتا اس کے حق میں بہتر نہیں بلکہ اسے موضوع ہی شمار کیا جائے گا۔

یہ وہ چند اصول ہیں جن کو پیش نظر رکھ کر امام احمد نے احادیث کو موضوع قرار دیا اور ان کے بیان کرنے والوں کو کذاب اور مستم بالکذب شمار کیا۔ ان میں سے ہر ایک کی تفصیل بیان کرنا طوالت سے خالی نہیں، چنانچہ ہم صرف گزشتہ دونوں قسم کے قرائن سے امام احمد کے نقد کے ساتھ ایک ایک مثال کو نقد کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی کذاب اور مستم روایات کے متعلق امام احمد کے موقف کو پیش کریں گے نیز امام احمد نے اس ضمن میں جن اصطلاحات کو استعمال کیا ہے ان کا تعارف اور ان کی اطلاقات کی وضاحت بھی کریں گے۔ جبکہ آخر میں یہ بات بیان کی جائے گی کہ امام احمد بسا اوقات ثقہ راوی کی روایت پر بھی وضع کا حکم لگاتے ہیں اور دیگر آئمہ کے پر عکس حکم لگا کر روایت کو ترک کر دیتے ہیں۔

راوی میں موجود قرینہ کی وجہ سے وضع کا حکم:

امام احمد بن حنبل کے منہج نقد کا در اسہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حدیث کے موضوع ہونے کے کچھ قرائن ہیں جن سے حدیث کی کیفیت و نوعیت کا اندازہ ہوتا ہے نیز راوی پر حکم لگانے میں بھی معاونت ملتی ہے۔ ان قرائن کا تذکرہ تمہید میں کیا جا چکا ہے۔ یہاں راوی حدیث میں موجود اس قرینے کی مثال پیش کی جا رہی ہے جو دلالت کرتا ہے کہ حدیث موضوع ہے اور وہ راوی کذاب، اور امام احمد نے اسی قرینے کو مد نظر رکھتے ہوئے اس حدیث سے اخذ و استفادہ نہیں کیا بلکہ اس کو رد کر دیا۔

وضع حدیث کے قرائن میں سے ایک قرینہ امام احمد کے نزدیک یہ ہے کہ راوی کسی شیخ سے روایت کرے اور سماع کی صراحت بھی کر دے لیکن حقیقتاً اس نے کچھ بھی نہ سنا ہو بلکہ غیر

مسموع بیان کر دے۔ متاخرین میں اس کو تدریس یا ارسال کے باب میں ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ اس کی دو ممکنہ صورتیں ہیں؛

اول یہ کہ راوی نے جس شیخ سے حدیث بیان کی ہے اس سے سماع ہونا ہم یہ مخصوص روایت اس سے نہ سنی ہو۔ متاخرین کے نزدیک یہ تدریس ہے کیونکہ راوی اس شیخ کا نام نہیں لیتا جس سے اس نے سنی ہوتی ہے کیونکہ وہ ضعیف ہوتا ہے بلکہ وہ اس سے بیان کرتا ہے جو ثقہ ہوتا ہے اور مقصود اس امر سے لوگوں کو بے خبر رکھنا ہوتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس نے جس شیخ سے بیان کیا ہے اس سے کچھ بھی نہیں سنا ہوتا محض اس سے لقاء یا معاشرت ہوتی ہے اس کو متاخرین ارسال خفی کہتے ہیں۔ البتہ منتقدین کے ہاں تدریس و ارسال دونوں کا ایک دوسرے پر اطلاق ملتا ہے۔ الغرض امام احمد بن حنبلؒ نے اس حوالے سے جو ضابطہ بنایا اور اس کے تحت روایات کو مسموع اور بیان کرنے والوں کو کذاب قرار دیا ہے وہ ان دونوں صورتوں کو شامل ہے۔ اس کی مثال وہ روایت ہے جس کو امام خلال نے امام احمد سے نقل کیا ہے اور انھوں نے اس پر وضع اور راوی پر کذب کا اطلاق کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

قال خلال: "قلت لأبي عبد الله: حدثنا عاصم، عن محمد بن زياد الجزري، عن ميمون، عن يزيد بن الأصم قال: قال [إن هذا العلم دين فانظروا عن من تأخذونه] . قال أبو عبد الله: اضرب عليه، فضربت عليه وسمعت أبا عبد الله يقول: محمد بن زياد الجزري يقال: إنه يضع الحديث

میں نے ابو عبد اللہ (امام احمد) سے کہا کہ ہمیں بیان کیا عاصم نے، محمد بن زیاد الجزری سے۔ انھوں نے ميمون سے اور انھوں نے يزيد بن اصم سے وہ کہتے ہیں کہ یہ علم دین کا حصہ ہے پس تم غور و فکر کر لو کہ کس سے تم اسے لے رہے ہو۔ اس پر امام ابو عبد اللہ نے کہا کہ میں اس کی روایت کو دور پھینکتا ہوں، تو میں نے بھی اسے دور کر دیا اور میں نے امام احمد سے سنا کہ محمد بن زیاد الجزری ”حدیث کو گھڑتا ہے“۔¹

امام احمد نے محمد بن زیاد الجزری کی روایت کو رد کر دیا اور اس کو ناقابل حجت قرار دیا، اس کا مطلب یہی ہے کہ انھوں نے اس راوی کی حالت کا اعتبار کیا ہے اور اس کو دور پھینکنے کا کہا، محمد بن زیاد

جزری کا جہاں تک تعلق ہے تو محمد بن زیاد الطحاوی البشکری الکوفی ہے جسے بعض کتب تراجم میں محمد بن زیاد الجزری المیمونی بھی کہا گیا ہے۔ اسے میمون بن مهران کی طرف نسبت کرتا تھا جیسا کہ انساب میں یہ بات معروف ہے۔²

امام احمد کے بیٹے نے اس حوالے سے امام احمد کے سامنے اس کا تذکرہ کیا ہے کہ محمد بن زیاد جس میمون بن مهران سے کہتا ہے وہ میمون بن مهران سے حدیث بیان کرتا ہے، وہ کیسا ہے؟ تو امام احمد فرماتے ہیں کہ ”کذاب خبیث أعور يضع الحديث“ وہ جھوٹا خبیث اندھا حدیثیں گھڑتا ہے۔³

اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام احمد نے اسے کذاب قرار دیا اس کی روایت کو مردود شمار کرتے ہوئے ناقابل حجت گزارنا ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وضع حدیث یا اس کی روایات میں کذاب کا حکم کیوں لگایا گیا ہے؟ اس کی بابت امام احمد سے امام ابو داؤد نے دریافت کیا تو انھوں نے وضاحت کی اور فرمایا: ماکان أجرأه! يقول حدثنا میمون بن مهران“

کس قدر اس میں جرأت اور بے باکی تھی کہ کہتا تھا، ہمیں یہ حدیث میمون بن مهران نے بیان کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام احمد نے متقدم محدثین کے اقوال کو پیش نظر رکھا ہے جن کا لباب یہ ہے کہ محمد بن زیاد الجزری کا سماع میمون بن مهران سے مختلف فیہ بالکل راجح قول کے مطابق ثابت نہیں اور یہ اس کی طرف منسوب کر کے حدیث بیان کرتا ہے جو واضح طور پر تدریس وارسال ہے اور انقطاع کے باعث مردود ہے۔ چنانچہ امام احمد نے اس کا نتیجہ یہ نکالا کہ اس کو کذاب قرار دے کر اس کی مرویات کو موضوع کے زمرے میں داخل کر دیا۔ ظاہری طور پر بھی انھی اقوال کا یہی تقاضا ہے اور اصول بھی اسکی تائید کرتے ہیں کہ امام احمد نے میمون بن مهران کی طرف نسبت حدیث جو کہ ثابت نہیں، اس کو کذاب پر محمول کیا اور عدم صراحت کی بناء پر اسے ناقابل حجت قرار دیا۔

اس کی مزید تصریح کہ محمد بن زیاد الجزری کا میمون سے سماع نہیں اس واقعہ میں بھی موجود ہے جسے ہارون بن مرثد نے ذکر کیا اور امام یحییٰ بن معین نے اس کو سناؤ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابوالملح کے پاس چند بغدادی روایت کی کتاب لائی گئی جس میں محمد بن زیاد الطحان کی بابت روایت کی گئی تھی، امام

یحییٰ بن معین کہتے ہیں میں نے پھر اس پر ابوالملیح کا یہ تبصرہ سنا کہ محمد بن زیاد الطحان آیا ہی اس وقت تھا جب میمون بن مهران وفات پا چکے تھے۔⁵

لہذا اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ امام احمد کے نزدیک کذب یا وضع کا اطلاق راوی کے شیخ سے عدم سماع پر بھی ہوتا ہے، نیز امام احمد انقطاع کو کذب پر محمول کر لیا کرتے تھے برخلاف اسی طبقہ کے دیگر محدثین کے جو مذکورہ صورتوں پر تدلیس وار سال کا اطلاق کرتے تھے۔

روایت میں موجود قرینہ کی وجہ سے وضع کا حکم:

امام احمد بن حنبلؒ نے بعض روایات پر موضوع اور کذب کا حکم اس لیے بھی لگایا ہے کہ ان کی کوئی اصل نہیں ہوتی اور ان میں ایسا معنی یا مفہوم پایا جاتا ہے جو اس کے باطل یا موضوع ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ایسی صورت میں امام احمد بن حنبلؒ ان الفاظ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس پر وضع کا اطلاق کرتے ہیں، سند یا احوال روات پر نقد یا نظر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتے روایت میں موجود ان قرآن کی ایک مثال حدیث ولید بن فضل العنزی ہے جس کو اس نے اسماعیل بن عبید بن نافع العجلی سے بیان کیا ہے۔ حدیث مع سند یہ ہے:

الولید بن الفضل العنزی، أخبرني إسماعيل بن عبيد بن نافع العجلي، عن حماد بن أبي سليمان، عن إبراهيم، عن علقمة، عن عمار بن ياسر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أتاني جبريل أنفأ فقلت له: يا جبريل حدثني بفضائل عمر في السماء. فقال: يا محمد، لو حدثتكَ بفضائل عمر في السماء ما لبث نوحٌ في قومه ألف سنة إلا خمسين عاماً ما نفدت فضائل عمر، وإن عمر حسنة من حسنات أبي بكر

امام مہنا فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے اس کی بابت استفسار کیا تو انھوں نے کہا کہ میں اسماعیل کو نہیں جانتا یہ حدیث موضوع ہے۔⁶

اس حدیث کو دیگر کئی ایک محدثین نے ذکر کیا ہے جس میں امام طبرانی (المعجم الاوسط: ۲/ ۱۵۸-۱۵۷۰) اور ابن عدی (اکال: ۷/ ۲۵۴۱) قابل ذکر ہیں۔ اصلاً اس روایت میں دو قسم کے اعتراضات ہیں؛ اول ولید بن فضل العنزی اور اسماعیل بن عبید پر کلام اور دوسرا اس حدیث کے الفاظ

متن میں ایسی فضیلت کا بیان جس کا صدور جس کی اصل نبی اکرم ﷺ سے بالکل ثابت نہیں۔ چنانچہ ابن حبان و دیگر آئمہ نے صراحت کی ہے کہ اور اس کا یہ تفرد واضح طور پر موضوعات و باطل میں ہے۔ دوم جس نے بھی اس روایت پر کلام کی ہے وہ اس کے متن کے حوالے سے ہے اگرچہ ولید بن فضل کا منفرد ہونا اور اسماعیل سے قلیل الروایہ ہوتا بھی وجہ ضعیف ہے تاہم اصل وجہ ضعیف اس میں متن کے سبب ہے جیسا کہ امام احمد نے اس کو پیش نظر رکھا اور موضوع قرار دیا ہے۔

ان قرآن میں دوسرا قرینہ الفاظ کی رکاکت اور ان میں ایسے الفاظ کا استعمال جو نبی اکرم ﷺ سے کسی طور صادر نہ ہو سکتے ہوں جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث موضوع اور باطل کے درجے میں ہے، امام احمد کے نقد روایت کے منہج کو دیکھا جائے تو اس کی کئی امثلہ سامنے آتی ہیں اس کی واضح ترین مثال حدیث محمد بن یحییٰ "مَنْ لَذَّ أَخَاهُ بِمَا يَشْتَهِي كَتَبَ اللَّهُ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ حَسَنَةٍ" ہے جس نے نبی اکرم کی طرف بطریق ابو زبیر عن جابر اس حدیث کی نسبت کی ہے:

امام احمد بن حنبل سے امام خلال نے اس روایت کے متعلق ردیافت کردہ سوال کا جواب نقل کیا ہے کہ جب ان سے اس کی بابت سوال ہوا تو انھوں نے کہا کہ یہ کذب اور باطل روایت ہے۔⁷

امام احمد کے اسی موقف اور قول کے پیش نظر علامہ ابن الجوزی نے اس کو موضوعات میں نقل کیا ہے (موضوعات: ۹۰) اور بعض دیگر علماء نے دعویٰ کیا ہے کہ اس کی اصل مسند معلوم نہیں ہو سکی۔ یہاں اس پر کذب یا موضوع ہونے کی دو بنیادی وجوہات ہیں:

اول: حدیث کے الفاظ میں ایسی رکاکت ہے کہ جو فوراً دل میں کھٹک جاتی ہے کہ ایک بہت ہی معمولی سے امر پر اتنا بڑا اجر کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

دوم: اس کی سند ابو الزبیر عن جابر کے طریق سے ہے اور معلوم و معروف امر ہے کہ جابرؓ کے نسخہ میں، جس سے ابو الزبیر بیان کرتے ہیں، یہ روایت موجود نہیں۔ جس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث گھڑی ہوئی اور کذب پر مبنی ہے۔

البتہ امام احمد نے جو اس پر وضع کا حکم لگایا ہے وہ ان کی عبارات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ کی رکاکت اور اس معنی کا نبی اکرم ﷺ تک باسند ثبوت نہ ملنا ہی بنیادی سبب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کذاب کی روایت اور تعدد طریق:

موضوع روایت کو کثرت طرق سے تقویت حاصل ہوتی ہے یا نہیں؟ بالفاظ دیگر کثرت طرق اس کی اصل کو ثابت کرتے ہوئے اس کو درجہ حسن یا صحت تک لے جاتا ہے یا نہیں؟

امام احمد بن حنبلؒ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک کثرت طرق سے بھی کسی موضوع روایت کو تقویت نہیں ملتی اور نہ ہی اس کی اصل ثابت ہوتی ہے۔ اس حوالے امام احمد کے بیٹے عبد اللہ نے ان سے معروف روایت ”أول ما خلق الله العقل قال له: أقبل فأقبل“ کی بابت پوچھا تو انھوں نے کہا:

هذا موضوع ليس له أصل^۵

اس روایت کے مضمون کو نقل کرنے میں بہت سے مترجمین و محدثین یکساں ہیں۔ مثال کے طور پر ابو نعیم نے (الحلیہ: ۷/ ۳۱۷۶) حضرت عائشہؓ سے امام طبرانی (الاوسط: ۲/ ۲۳۵-۱۸۴۵) امام بیہقی (شعب الایمان: ۴/ ۱۵۴) نے ابو ہریرہؓ اور امام طبرانی (الکبیر: ۲/ ۲۸۳) و امام عقیلی (الضعفاء: ۳/ ۹۱۶) نے ابو امام باہلیؒ سے نقل کیا ہے اس کے علاوہ ان صحابہ کرام سے ذیلی کئی ایک طرق و متابعات منقول ہیں جس سے اس کو کثرت طرق حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود امام احمد نے اس کو موضوع بلکہ ”لا اصل له“ کے زمرے میں داخل کیا ہے جس کا واضح روایت کو کثرت طرق کسی طور بھی

فائدہ نہیں دیتے اور نہ ہی اس سے کوئی اصل ثابت ہوتی ہے۔

کذاب اور مستمم کے بارے میں امام احمد کا موقف:

سابقہ مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک کذب یا وضع کے قرائن جب ثابت ہو جائیں تو حدیث کو موضوع قرار دے کر رد کر دیا جائے اور راوی کو قابل اعتبار

رقرار دینا لازم ہو جاتا ہے۔ نیز امام احمد اس قسم کے راوی کی جمیع مرویات کو ترک کر دیتے ہیں اور ان کو منکرات کے حکم میں داخل کر دیتے ہیں۔

اس کی ایک مثال مسند احمد کے حوالے سے احمد شاکر کے تجزیہ کے ضمن میں نقل کی جائے گی کہ امام احمد کذاب یا مستہم کی جمیع مرویات کو منکرات میں شامل کرتے ہوئے قبول نہیں کرتے۔ دوسرا بنیادی اصول امام احمد کا یہ ہے کہ جس راوی کو وضع یا کذب سے متصف کر دیتے ہیں اور اس کی روایت کو منکر خیال کر لیتے ہیں تو اس کو ترک کرنا لازم ہو جاتا ہے اور خود امام موصوف بھی اس کی روایات کو ترک کر دیتے ہیں، مثال کے طور پر امام خلال نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ وہ حدیث ”من سرّہ أن ينظر إلى تواضع عيسى بن مريم فليتنظر إلى تواضع أبي ذر“ کی سند میں موجود راوی ”ابو امیہ بن یعلیٰ“ کے بارے میں فرماتے ہیں:

اضرب علی حدیث أبي ذر. قال: تركتُ حديثه لأنه منكر الحديث، فضربت عليه¹⁰

میں حدیث ابو ذر کو دیوار پر پھینکتا ہوں اور میں نے اس (ابو امیہ بن یعلیٰ) کی حدیث کو ترک کر دیا ہے کیونکہ وہ منکر الحدیث ہے، پس میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔

اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ امام احمد کے نزدیک منکرات الحدیث کی روایت کو ترک کر دینا ہی اصل ضابطہ ہے اور اس کو کسی طور پر بھی شمار نہ کیا جائے گا۔ امام احمد کے اس مذہب کی وضاحت شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی کی ہے وہ فرماتے ہیں:

أما من عُرف منه أنه يتعمد الكذب فمنهم من لا يروي عن هذا شيئاً، وهذه طريقة أحمد بن حنبل وغيره، لم يرو في مسنده عن يعرف أنه يتعمد الكذب، لكن يروي عن عرف منه الغلط للاعتبار والاعتضاد. ومن العلماء من كان يسمع حديث من يكذب ويقول: إنه يميز بين ما يكذبه وبين ما لا يكذبه، ويذكر عن الثوري أنه كان يأخذ عن الكلبي وينهي عن الأخذ عنه ويذكر أنه يعرف¹¹

اسی طرح حافظ ابن رجب حنبلیؒ نے بھی اس بات کو بیان کیا ہے اور امام احمد کے منہج کی وضاحت کی، وہ فرماتے ہیں:

وأحمد خرق حديث خلق ممن كتب حديثهم، ولم يحدث به، وأسقط من المسند حديث خلق من المتروكين لم يخرج فيه مثل فائد أبي الوراق، وكثير بن عبد الله المزني، وأبان بن أبي عياش وغيرهم، وكان يحدث عنهم دونهم في الضعف... والذي يتبين من عمل الإمام أحمد وكلامه أنه يترك الرواية عن المتهمين والذين كثر خطوهم للغفلة وسوء الحفظ، ويحدث عنهم دونهم في الضعف مثل من في حفظه شيء ويختلف الناس في تضعيفه وتوثيقه¹²

الغرض امام احمد کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حدیث میں کذب یا وضع راوی کی جمیع مرویات کو ترک کر دینے والا عمل ہے اور جس راوی پر منکرات بیان کرنے کا الزام ثابت ہو جائے اس کی بھی تمام مرویات کو چھوڑ دیا جائے جیسا کہ مذکورہ بالا دونوں آئمہ ابن تیمیہؒ و ابن رجبؒ کی تصریحات سے اس موقف کو بیان کیا گیا ہے۔

ثقة کی روایت پر وضع کا حکم:

امام احمد کے منہج نقد رجال سے ایک اہم مسئلہ اور اصول یہ بھی سامنے آتا ہے کہ بسا اوقات امام احمد کسی ثقہ راوی کی روایت پر وضع کا حکم لگاتے ہیں اور اس کو سنداً باطل قرار دے دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک ثقہ راوی جس کی توثیق بہر حال موجود ہو اس سے موضوع روایت کا نقل و بیان اس کے مرتبہ کے منافی نہیں۔ یہ بات اگرچہ امام احمد کے اصولوں سے متناقض معلوم ہوتی ہے۔ تاہم تتبع اور استقراء اس کی تائید کرتا ہے۔ اس لیے کہ امام احمد نے راوی کی توثیق کے باوجود اس کی روایت پر کذب یا وضع کا حکم لگایا ہوتا ہے۔

اس ضمن میں ایک مثال درج کرنا انتہائی ضروری ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ثقہ سے کذب وضع موضوع روایت کا بیان ممکن ہے البتہ اس کی نوعیت میں کیا فرق آئے گا یہ امام احمد کے منہج میں غیر واضح امر ہے۔ الغرض اس کی مثال درج ذیل حدیث ہے جس کے بارے میں امام

مہینا فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے اس کی بابت استفسار کیا تو انھوں نے کہا کہ اس کا راوی ”محمد بن عبد الرحمن بن مجبر“ ثقہ ہے تاہم یہ حدیث کذب ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:

حدثنا يزيد بن هارون، أنا محمد بن عبد الرحمن بن مجبر، عن نافع، عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اطلبوا الخير عند حسان الوجوه

اس حدیث کو خطیب بغدادی (تاریخ بغداد: ۱۱/ ۲۹۵) اور امام قضاوی نے (مسند الشہاب: ۱/ ۲۶۱- ۳۸۴) بھی نقل کیا ہے۔ امام احمد اس پر باطل ہونے کا حکم لگایا ہے اگرچہ اس میں مدار علیہ راوی محمد بن عبد الرحمن بن مجبر کو ثقہ قرار دیا ہے۔ ظاہر ابھی لگتا ہے انھوں نے حدیث کے الفاظ اور متن و معنی کے پیش نظر اسے کذاب قرار دیا ہے حالانکہ ان کے نزدیک راوی حدیث ثقہ ہے جس کی توجیہ یہی ممکن ہے کہ ان کے نزدیک راوی سے غلطی ہوئی ہے اور اس نے موضوع روایت کو صحیح سمجھ کر نقل کر دیا ہے جو اس بات کی دلیل ہر گز نہیں کہ وہ کذاب ہے یا باطل روایت کو نقل کرنے والا ہے (واللہ اعلم بالصواب)

کذب پر امام احمد کے اطلاقات:

کذب یا وضع کے حوالے سے امام احمد نے جن الفاظ و اصطلاحات کا استعمال کیا ہے ان کا در اسے کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اصطلاحات اپنے معنی و مفہوم اور اطلاق کے اعتبار سے بہت ہی واضح اور جان دار معنویت و مفہوم کی حامل ہیں۔ متاخرین کی یہ نسبت ان کے استعمال کر دہ الفاظ اور اصطلاحات اپنے معنی اور اطلاق کو بیان کرتے ہیں زیادہ مؤثر اور صورت حال کی طرف اشارہ کرنے میں بہت زیادہ معاون ثابت ہوئی ہیں۔ چنانچہ انتہائی ضروری ہے کہ اختصار سے بالامثلہ ان کے اطلاقات کو ذکر کیا جائے تاکہ امام احمد کے منہج کی وضاحت ہو سکے اور ان کے نقدِ رجال سے متعلقہ اصول سامنے آسکیں۔ اس ضمن میں انھوں نے جو اصطلاحات بالعموم استعمال کی ہیں ان میں ”موضوع کذب باطل، لیس لہ اصل، لا اصل لہ، منکر بہت اہم ہیں۔“

امام احمد کے منہج کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ان اصطلاحات کا استعمال ایک دوسرے کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر پہلے تینوں الفاظ ”کذب اور باطل“ کو

انھوں نے ایک حدیث پر حکم لگانے میں استعمال کیا ہے اور ان کے اطلاق کو یکسانیت کے دائرے میں رکھا ہے۔ اس کی مثال حدیث ”حسین بن علوان“ ہے ان کے بیٹے عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے دریافت کیا کہ مجھے ایک حدیث ”أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْجِبُهُ النَّظَرُ إِلَى الْحَمَامِ“ بسند ”ابن الحَمَّانِي حَدَّثَ عَنْ شَرِيكَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ“ پہنچی ہے جس پر اکثر محدثین انکار کرتے ہیں، اس لیے کہ ابن الحَمَّانِي نے اس کو مرفوع بیان کیا ہے۔ پس دوسری مرتبہ اس نے عائشہؓ سے مرسل بیان کیا۔ امام احمد نے یہ سنا تو فرمانے لگے کہ یہ کذب ہے ہماری معلومات میں یہ ”حسین بن علوان“ سے ہے جس کے بارے میں محدثین نے کہا ہے کہ اس نے یہ روایت ہشام کے طریق سے وضع کی تھی۔ امام عبد اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر میں نے ان سے کہا کہ بعض محدثین یہ سمجھتے ہیں کہ امام ابو ذکر سلیمینی نے بھی اس کو شریک سے بیان کیا ہے تو امام احمد نے کہا کہ یہ ابو ذکر یا پر کسی نے جھوٹ باندھا ہے کیونکہ وہ اس جیسی روایت ہر گز بیان نہیں کرتا، یہ حدیث تو بالکل ہی باطل ہے۔¹³

اس سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ امام احمد کے نزدیک ”وضع، کذب، باطل“ ایک ہی درجے کے اطلاقات و استعمالات ہیں۔ اس لیے کہ انھوں نے سب سے پہلے حدیث کے بارے میں کہا کہ وہ کذب ہے۔ بعد ازاں تفصیلات طلب کرنے پر حسین بن علوان کو اس کا وضع قرار دیا اور آخر میں اس روایت کو باطل قرار دیا۔ چنانچہ ان کے نزدیک حدیث موضوع ہے جس کے لیے انھوں نے تینوں استعمالات ذکر کیے ہیں جس کا مطلب صریح ہے کہ ان کے نزدیک یہ تینوں معانی ایک دوسرے کے مثل ہیں اور ان کے اطلاقات میں کوئی فرق نہیں۔ لہذا جہاں بھی سند میں کسی راوی نے تبدیلی کی یا متن کو بدل دیا، یا اس نے عدم مسموع کو اپنی مسموعہ روایات میں شامل کر دیا، یا واقعاً وہ روایت موضوع ہو یا روایت پر متروک کا حکم ہو تو امام احمد ان پر کذب، وضع یا بطلان کا حکم لگاتے ہیں۔

جہاں تک تعلق ہے ”لیس لہ اصل لا اصل لہ“ کی اس میں ان کے منہج نقد سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کے متن یا الفاظ و معنی کی سرے سے ہی اصل کی نفی کرتے ہیں اگرچہ اس کے طرق متعدد ہی کیوں نہ ہوں۔ بعض متاخرین نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ حدیث ہے

۔ جس کی کوئی سند نہ ہو۔ [تدریب: ۱/ ۲۹۷] لیکن یہ بات قرین قیاس نہیں اور دلائل و منہج اس کی تردید کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ امام احمد نے حدیث عقل پر یہ حکم لگایا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں حالانکہ اس کے طرق متعدد ہیں جس کے باوجود اس کی تقویت نہیں ہو پاتی۔ امام احمد نے ’لیس لہ اصل‘ یا ’لا اصل لہ‘ کے تحت مزید جو استعمالات مراد لیے ہیں ان میں خاص طور پر ”نبی اکرم سے معروف طریقے کی مخالف روایت، غریب السند روایت جس کی کوئی صحیح یا محفوظ طریق نہ ہو، اور جو معروف اصولوں کے خلاف ہو“ بھی شامل ہیں۔ چنانچہ جن متون میں ان اعتبارات میں سے کوئی بھی پایا جائے گا تو وہ لیس لہ اصل، یا لا اصل لہ کے معنی کو شامل ہوتی ہے۔ اس کی امثلہ اعلل میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں جہاں امام احمد نے ان تعبیرات کو استعمال کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد نے جو تعبیرات استعمال کی ہیں وہ اپنے اطلاقات اور استعمالات کی وجہ سے متاخرین کے ہاں مستعمل تعبیرات کی نسبت معنی و مفہوم کی بہت زیادہ جاذبیت یا ادائیگی مفہوم میں واضح اور بہترین ہیں۔ چنانچہ جب بھی متاخرین اور متقدمین کے ہاں ان کے اصلی اور حقیقی اطلاقات کا اختلاف ہو تو ترجیح کے لیے ضروری ہے کہ امام احمد کے منہج اور ان اطلاقات کے سیاق و سباق کو مد نظر رکھا جائے تاکہ حکم میں موجود اسباب و علل تک رسائی ہو سکے جس سے قطعی فیصلہ کرنے میں معاونت ہو سکتی ہے۔

موضوع حدیث پر احمد شاکرؒ کا تجزیہ

حدیث نبویؐ میں کذب یا اس کے وضع کا حکم لگانے کے حوالے سے امام احمد بن حنبلؒ پر تفصیلی کلام کے بعد مسند احمد میں امام احمد کے منہج کا در اسہ کرنا ہماری تحقیق کا بنیادی حصہ ہے۔ چنانچہ یہاں اس کے بارے میں بنیادی طور پر گفتگو ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(۱)۔ امام احمد نے مسند میں موضوعات کو ذکر کیا ہے یا نہیں؟ متاخرین کی اس میں آراء کا

اختصار کیا ہے۔

(۲)۔ امام احمد کے منہج کے پیش نظریہ دیکھنا مقصود ہے کہ کیا مسند میں وہ ان اصولوں کو با

ضابطہ لاگو کر پائے ہیں یا نہیں؟

(۳)۔ احمد شاکرؒ نے ایسی روایات مسند احمد پر کیا تبصرہ کیا ہے جن پر موضوع ہونے یا ان میں کذب کے باوجود کائنات کشف ہوا ہے؟ یا اگر ایسے روایات ہیں جن کو امام احمد نے کذاب شمار کیا ہے تو احمد شاکرؒ نے ان کی مرویات کے تحت کیا حکم لگایا ہے۔

لہذا اس حوالے سے یہ بات کہنا بالکل صحیح ہے کہ امام احمد نے اپنے قواعد و ضوابط اور کذب و وضع سے متعلقہ اصولوں کی ہر طور رعایت رکھی ہے جس کی تفصیل آئندہ سطور میں آرہی ہے۔ لیکن اس سے قبل احمد شاکرؒ کے نزدیک موضوع حدیث کا حکم اور بعض جزوی تفصیلات درج کرنا ضروری ہے اس کے بعد ان روایات کی مرویات میں سے مثال پیش کی جائے گی جس پر امام احمد نے کذب کا حکم لگایا ہے اور ساتھ ہی تبصرہ و تحلیل کی جائے گی کہ امام احمد نے واقعتاً اپنے اصول کا اطلاق کیا ہے یا نہیں؟

احمد شاکر اور وضع حدیث کا حکم:

اس بات پر کافی تفصیلی بحث ہو چکی ہے کہ کذاب یا وضع کا کیا حکم ہے؟ یہاں محض احمد شاکرؒ کا اس بارے میں نکتہ نظر ذکر کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ جمہور اصولی اور محدثین کے برعکس احمد شاکرؒ کا اس موقف محمد ابوالجوینی کے موافق ہے۔

یہ یاد رہے کہ جمہور محدثین کے ہاں وضع کی بابت جزوی تفصیلات ہیں جن کو بعض شرائط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ الغرض اس حوالے سے احمد شاکر کا موقف درج ذیل ہے۔

وقد جزم الشيخ محمد ابو الجوينى -والد امام الحرمين- بتكفير من وضع حديثاً
على رسول الله قاصداً ألى عالماً بافترائه وهو الحق¹⁴

امام الحرمین کے والد شیخ محمد ابوالجوینی نے نبی اکرم کی نسبت حدیث گھڑنے والے کی تکفیر کا موقف اختیار کیا ہے، اس شرط پر کہ وہ اس جھوٹ کو حقیقتاً جانتا اور ارادہ رکھتا ہو، یہی موقف درست ہے۔

مسند احمد میں موضوع حدیث کا وجود:

دوسرا اہم اور بنیادی نکتہ یہ ہے کہ کیا امام احمد نے مسند میں کسی موضوع حدیث کو نقل کیا ہے یا نہیں؟ بالفاظِ دیگر کسی کذاب راوی سے اس میں کوئی روایت نقل کی ہے یا نہیں؟

یہ سوال اس لیے پیدا ہوتا ہے کہ ہماری تحقیق کا بنیادی جزو یہ بھی ہے کہ مسند احمد میں امام احمد کی نقل کردہ روایات میں خود امام موصوف نے کیا منہج اختیار کیا ہے، نیز انہوں نے اس میں اپنے قائم کردہ اصولوں کے مطابق روایات کو ذکر کیا ہے یا نہیں؟ اگر کیا ہے تو پھر امام احمد شاکر نے اس پر کیا تبصرہ کیا ہے؟

لہذا اس ضمن میں یہ بات اہل علم کے نزدیک اختلافی ہے کہ مسند احمد میں موضوعات ہیں یا نہیں؟ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس حوالے سے فرماتے ہیں:

وقد تنازع الناس هل في أحمد حديث موضوع، فقال طائفة من حفاظ الحديث كأبي العلاء الهمداني ونحوه: ليس فيه موضوع، وقال بعض العلماء، كأبي الفرج بن الجوزي: فيه موضوع¹⁵

لوگوں نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ آیا مسند احمد میں کوئی موضوع حدیث ہے یا نہیں؟ محدثین میں کبار حفاظ کا کہنا یہ ہے کہ اس میں کوئی موضوع نہیں۔ ان میں بالخصوص امام ابو العلاء الہمدانی ہیں جبکہ بعض علماء مثلاً ابن الجوزی وغیرہ نے اس میں موضوع کے وجود کا اثبات کیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے حوالے سے اس کی وضاحت بھی ملتی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں اقوال میں کوئی مخالفت نہیں کیونکہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے پیش نظر موضوع لفظ کے اطلاق میں قدرے فرق اور تنوع پایا گیا ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ لفظ موضوع کا بالعموم اطلاق اس روایت پر ہوتا ہے جو یقیناً نبی اکرم ﷺ کی نسبت سے گھڑ کر رواج دی گئی ہوتی ہیں اور اس کا واضع متعمد اسے گھڑتے ہوئے نشر کرتا ہے۔ اس لیے ایسی کوئی روایت مسند احمد میں موجود نہیں جس کو حقیقی طور پر موضوع قرار دیا گیا ہو بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مسند احمد کی شرائط جن کے تحت اسے امام احمد نے مرتب کیا ہے سنن ابوداؤد کی

بہ نسبت قوی اور بہترین ہیں۔ امام ابو داؤد نے سنن میں کئی ایسے روایت سے نقل کیا ہے جن سے امام احمد نے مسند میں اعراض کیا ہے۔ چنانچہ یہ بات تو یقینی ہے کہ جس شخص سے کذب ثابت ہو گیا امام احمد اس سے روایت نہیں لی اور نہ ہی اس کی دیگر مرویات میں سے کسی کو مسند میں نقل کیا مثال کے طور محمد بن سعید المصلوب وغیرہ۔

لیکن لفظ موضوع کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ امام احمد نے بعض ان روایت کی مرویات کو مسند میں نقل کیا ہے جن کی سوء حفظ کی بناء پر تصعیف کی گئی ہے اس لیے کہ ان کی احادیث کو عام طور پر لکھا جاتا ہے اور اعتبار کے مراحل میں بوجہ تقویت ان کو تسلیم بھی کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس پہلو سے جن لوگوں نے کہا کہ اس میں موضوعات ہیں تو یہ بات اپنی جگہ درست ہے لیکن تحقیق یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس موقف کے قائلین نے وضع کا لفظ بے محل اور غیر اختیاری طور پر بولا ہے جس کو قبول کرنا بہر حال مشکل ہے۔ البتہ اس کے لیے اگر ضعف کا لفظ بولا جاتا تو امکان صحت تھا۔ الغرض روایت میں خطا کرنے والے روایت کی ایک اچھی خاصی تعداد سے امام احمد نے نقل و بیان کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہر گز نہیں کہ مسند میں موضوعات کو وجود ہے۔ اس لیے یہ ایسا طبقہ ہے جس کی روایات امام ابو داؤد و امام نسائی نے بھی لی ہیں بلکہ صحیحین میں بھی بیان حال کے لیے ان کے بعض متون درج ہیں جن سے مقصود ان کی روایات پر متنبہ کرتا ہے۔¹⁶

لہذا جب یہ بات محقق ہے کہ مسند احمد میں موضوعات نہیں تو ابن الجوزی کے کہنے کی کوئی وقعت نہیں بلکہ یہ بات معروف ہے کہ ابن الجوزی نے موضوعات میں بعض ایسی روایات کو بھی نقل کیا ہے جن کے بارے میں علماء کے اقوال ہیں کہ وہ صحیح یا حسن درجے کی روایات ہیں اور متاخرین نے اس حوالے سے ابن الجوزی پر سخت کلام بھی کیا ہے جو اہل علم پر مخفی نہیں۔

دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ جب مسند احمد میں موضوعات کی نفی ہو چکی تو احمد شاکر کا تجزیہ اس ممکن نہیں کیونکہ اس بحث میں خالص وہ مثال ذکر کرنا مقصود ہے جس پر جمہور نے وضع یا کذب کا حکم لگایا ہو۔ اس حوالے سے ہماری گزارش یہ ہے کہ امام احمد نے جن پر کذب کا حکم لگایا ہے ان سے روایت نہیں لی البتہ ان کے بیٹے نے زیادات مسند میں ایک ایسے راوی کی روایت نقل کی ہے جس کو

امام موصوف ناقابلِ صحت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں احمد شاکر کے تجزیہ و تبصرہ میں اسی روایت کو ذکر کرتے ہوئے امام احمد کے منہج کی تحلیل کی جاتی ہے۔

مسند احمد سے مثال:

امام احمد کے بیٹے عبد اللہ نے زیادات مسند میں ایک روایت کو نقل کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

[قال عبد الله بن أحمد]: حدثنا شيبان أبو محمد حدثنا عبد الوارث بن سعيد حدثنا الحسن بن ذكوان عن عمرو بن خالد عن حبيب بن أبي ثابت عن عاصم بن ضمرة عن علي عن النبي - صلى الله عليه وسلم - قال: "أتاني جبريل عليه السلام فلم يدخل علي" فقال له النبي - صلى الله عليه وسلم -: "ما منعك أن تدخل؟ قال: إنا لا ندخل بيتاً فيه صورة ولا بول"¹⁷

اس کے ساتھ ہی عبد اللہ بن احمد نے ایک اور طریق سے اس کو نقل کیا ہے اور ساتھ ایک نوٹ بھی دیا ہے جو درج ذیل ہے:

[قال عبد الله بن أحمد]: وحدثنا شيبان مرة أخرى حدثنا عبد الوارث عن حسين بن ذكوان عن عمرو بن خالد عن حبة بن أبي حبة عن عاصم بن ضمرة عن علي بن أبي طالب عن النبي - صلى الله عليه وسلم - قال: "أتاني جبريل عليه السلام يسلم علي" فذكر الحديث مثله نحوه. قال أبو عبد الرحمن: وكان أبي لا يحدث عن عمرو بن خالد، يعني كان حديثه لا يسوي عنده شيئاً¹⁸

امام عبد اللہ کے اس نوٹ کا مطلب یہ ہے کہ امام احمد عمرو بن خالد کو ناقابلِ صحت تسلیم کرتے تھے اور اس کی مرویات کو حجت نہیں سمجھتے تھے، بلکہ ان کے نزدیک عمرو بن خالد کی مرویات کسی بھی درجہ میں شمار نہیں ہوتیں۔

مثال کے بنیادی نکات:

مذکورہ بالا مثال کے دو بنیادی نکات ہیں جو کہ درج ذیل ہیں؛

(۱)۔ اول یہ کہ امام احمد کے نزدیک عمرو بن خالد ناقابلِ حجت ہے اور ان کے بیٹے نے جو نوٹ دیا ہے وہ اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ نیز عمرو کی ذکر کردہ روایت زیادات عبد اللہ میں سے ہے نہ کہ امام احمد کی ذکر کردہ ہے۔

(۲)۔ احمد شاکر نے اس پر جو تبصرہ کیا ہے وہ اس پر کیسے صادق آتا ہے؟ اس بات کو بیان کرنے کے لیے ان کی کلام کو نقل کیا جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ کیا انھوں نے امام احمد کے قول کی موافقت کی ہے یا نہیں؟

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ امام احمد نے عمرو بن خالد کو منکر اور اسکی روایات کو موضوع قرار دیا ہے جس کو امام اثرمؒ نے ان سے نقل کیا ہے کہ امام احمد اس کو منکر الحدیث اور کذاب شمار کرتے تھے۔ بلکہ انھوں نے صراحت کی ہے کہ بعض روایات مثلاً اسرائیل

اور زید بن علی سے یہ موضوعات بیان کرتا ہے اور کذب سے کام لیتا ہے۔¹⁹ بلکہ امام اثرمؒ کا ایک قول اس حوالے سے بالکل واضح ہے کہ امام احمد اسے کذاب شمار کرتے تھے، وہ فرماتے ہیں:

لم أسمع ابا عبد الله يصرح في أحد ما صرح في عمرو بن خالد من التكذيب

میں نے امام احمد سے کسی کی تکذیب کے حوالے سے اتنا صراحت نہیں سنی جتنا واضح وہ عمرو بن خالد کی (تکذیب) کرتے تھے۔²⁰

الغرض امام احمد کے نزدیک یہ کذاب ہے اور انھوں نے اس سے روایت نقل کی البتہ جو روایت زیادات عبد اللہ میں اس کے طریق سے منقول ہے، اس پر شاکر کا تجزیہ درج ذیل ہے۔

احمد شاکر کا مذکورہ روایت پر تجزیہ و حکم:

(۱) احمد شاکر زیادات عبد اللہ میں مذکور پہلی روایت بطریق عمرو بن خالد کے ذیل فرماتے ہیں:

إسناده ضعيف جداً، الحسن بن ذكوان أبو سلمة البصري: ضعفه أحمد وابن معين وابن المديني وغيرهم، وذكره ابن حبان في الثقات، وأخرج له البخاري حديثاً واحداً في صحيحه، وترجم له في التاريخ الكبير 1/ 2/ 291 فلم يذكر فيه جرحاً، وأكثر ما أخذ عليه أنه روى حديثين عن حبيب بن أبي ثابت عن عاصم. بن ضمرة عن علي، قال ابن عدي: "إنما سمعهما الحسن من عمرو بن خالد عن حبيب، فأسقط الحسن بن ذكوان عمرو بن خالد من الوسط"، وهذان الحديثان أحدهما 1252 وأنا أرجح أن الآخر هو 1253، والتدليس عيب، ولكن الرجل قد ذكر الواسطة هنا، فسقطت تهمة التدليس، والراجح عندي أنه ثقة، تبعاً لصنيع البخاري، وانظر التهذيب 2: 276 - 277، ومقدمة فتح الباري 394. عمرو بن خالد الواسطي: ضعيف جداً، قال ابن معين: "كذاب، غير ثقة ولا مأمون"، وقال الأثرم: "لم أسمع أبا عبد الله - يعني أحمد ابن حنبل - يصرح في أحد ما صرح به في عمرو بن خالد من التكذيب"، وسيأتي في آخر الحديث التالي ما نقل عبد الله عن أبيه في شأنه. وانظر 845.²¹

اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ الحسن بن ذکوان کا پورا نام ابو سلمہ البصری ہے جیسے امام احمد، امام ابن معین اور ابن مدینی وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے جبکہ ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ امام بخاری نے اس کی ایک روایت اپنی صحیح میں درج کی ہے۔ اور التاريخ الكبير (1/ 2/ 219) میں اس

کا ترجمہ بھی ذکر کیا ہے تاہم کسی قسم کی جرح نہیں کی۔ زیادہ سے زیادہ اس پر یہ کلام ہو سکتی ہے کہ اس نے حبیب بن ابوثاقب عن عاصم بن ضمرہ عن علی کے طریق سے دو حدیثیں بیان کی ہیں۔

ابن عدی کہتے ہیں کہ یقیناً حسن نے یہ دونوں عمرو بن خالد عن حبیب کے طریق سے سنی ہیں تو حسن نے عمرو کو درمیان سے گرا دیا ہے۔ یہ دو احادیث ۱۲۵۲ اور ۱۲۵۳ ہیں جو میرے نزدیک راجح/یقینی ہیں۔ تدلیس یقیناً عیب ہے لیکن اس مقام پر اس نے درمیانی واسطے کو ذکر کر دیا ہے جس سے تدلیس کا الزام تو رفع ہو گیا۔

الغرض میرے نزدیک یہی راجح ہے کہ وہ ثقہ ہے بالخصوص امام بخاری کی پیروی کرتے ہوئے (کہ اس نے الحسن بن ذکوان کی حدیث ذکر کی ہے) نیز دیکھے تھذیب التھذیب: ۲/۲۶۱۔ مقدمہ فتح الباری: ۳۹۴ (دوسرا راوی) عمرو بن خالد الوسطی: ضعیف جداً بن معین نے کہا ہے کہ وہ کذاب ہے ثقہ نہیں اور نہ ہی اخطا سے محفوظ ہے۔ امام اثرم فرماتے ہیں کہ امام احمد سے اس کی تکذیب جس قدر صراحت سے سنی، اس قدر کسی کی نہیں سنی۔ نیز اس کے حوالے سے عبد اللہ کا کلام جو امام احمد کے سے ہے اگلی حدیث کے بعد آ رہا ہے اور مزید حدیث نمبر ۸۴۵ ملاحظہ ہو۔

(۲) دوسری (بعد میں آنے والی) حدیث کے تحت احمد شاکرؒ کی کلام درج ذیل ہے:

إسناده ضعيف جداً، كالذي قبله، من أجل عمرو بن خالد. حسين بن ذكوان المعلم البصري: ثقة، روى له أصحاب الكتب الستة. حبة بن أبي حبة: لم أجد له ترجمة ولا ذكراً، إلا قول الذهبي في المشتبه 144: "وحبة بن أبي حبة عن عاصم بن ضمره فيستدرك على الحافظ إذ لم يذكره في التعجيل. والحديث مكرر ما قبله²²

اس کی سند بھی سخت ضعیف ہے پہلی روایت کی مانند، عمرو بن خالد کی وجہ سے حسین بن ذکوان المعلم البصري ثقہ ہے اور اصحاب کتب ستہ نے اس سے بیان کیا ہے، حبة بن ابی حبة کا ترجمہ و تذکرہ مجھے نہیں ملا۔ ماسوائے ذہبی کے قول کے جو المشتبه (۱۴۴ ص) میں ہے کہ ”حبة بن ابی حبة عن عاصم بن ضمرہ“ کے طریق کے حوالے سے ابن حجر عسقلانی پر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ اس نے تعجيل المنفعة میں اس کو ذکر نہیں کیا یہ حدیث ماقبل کی مکرر ہے۔

احمد شاکر کی کلام کا خلاصہ اور تجزیہ:

مذکورہ بالا مثال اور ان پر احمد شاکرؒ کی کلام کا خلاصہ درج ذیل نکات کی صورت میں ہے:

(۱)۔ امام احمد کے نزدیک جو راوی کذاب ہے وہ مسند میں اس سے روایت نقل نہیں کرتے، چنانچہ عمرو بن خالد سے مسند کی روایت زیادات عبد اللہ کا حصہ ہے۔

(۲)۔ اس روایت کی وجہ ضعف میں دو روایت ذکر کیے جاتے ہیں اول الحسن بن ذکوان، جو جمہور کے نزدیک ثقہ ہے اور شاکر نے بھی اس کو ترجیح دی ہے، دوم عمرو بن خالد جس کے بارے میں احمد شاکرؒ نے امام احمد کے قول کو معنوی انداز میں تسلیم کیا ہے اور اس کو کذب کی بناء پر ناقابل حجت قرار دیا ہے۔

(۳)۔ مجموعی اعتبار سے یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے کہ احمد شاکرؒ کے نزدیک عمرو بن خالد کذاب ہے اور اس پر کذب کا حکم صحیح ہے۔

المختصر، اس ساری کلام کا خلاصہ اور تحقیق کا رجحان یہ ہے کہ امام احمد نے جو اصول وضع کیے ہیں، عمرو بن خالد ان کے اعتبار سے کذاب اور منکر راوی ہے۔ اس لیے انھوں نے عمرو سے روایت نہیں کی بلکہ اس کی تکذیب کرتے ہوئے اس کی روایت کو مردود قرار دیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور علامہ احمد شاکرؒ نے بھی اس میں ان کی موافقت کی ہے اور حدیث کو عمرو بن خالد کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

احمد شاکر کے معاصرین کا تجزیہ:

احمد شاکرؒ کے معاصر محققین نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے انھوں نے عمرو بن خالد کی مذکورہ روایت کو متروک قرار دیا ہے۔ چنانچہ پہلی روایت (رقم: ۱۲۴۷) کے تحت وہ لکھتے ہیں:

إسناده ضعيف جداً، الحسن بن ذکوان ليس بالقوي، وعمرو بن خالد - وهو أبو خالد القرشي مولا هم - متروك، ورماه وکیع وأحمد وابن معین وغيرهم بالكذب

اس کی سند بہت زیادہ ضعیف ہے، حسن بن ذکوان قوی نہیں اور عمرو بن خالد جو کہ ابو خالد القرشی اور ان کا مولا ہے، متروک ہے اس کو امام احمد، وکیع اور ابن معین وغیرہ نے کذب سے مستم قرار دیا ہے۔

جبکہ دوسری روایت کے تحت لکھتے ہیں: إسناده ضعيف جداً من أجل عمرو بن خالد، وحبة بن أبي حبة لم نقف له على ترجمة فيما بين أيدينا من مصادر. حسين بن ذكوان: هو المعلم، ثقة من رجال الشيخين²³ اس کی سند عمرو بن خالد کی وجہ سے سخت ضعیف ہے اور حبة بن ابو حبة کا ترجمہ ہم اپنے سامنے موجود مصادر سے تلاش نہیں کر پائے، حسین بن ذکوان جو کہ معلم کے نام سے مشہور ہے ثقہ اور شیخین کے رجال سے ہے۔

حوالہ جات و حواشی

- 1 المنتخب للخلال: ص ۱۵۲: رقم - ۷۳
- 2 اللبَاب: ۲/۳۸۳
- 3 العلل و معرفة الرجال: ۲/۲۹۷-۵۳۲۲
- 4 سؤالات ابی عبیید الآخری ابا داؤد السجستانی: رقم - ۳۹۳ - ص. ۳۲۱
- 5 تهذيب الكمال: ۲۵/۲۲۵
- 6 المنتخب للخلال: ۱۹۶، ۱۹۵، ۱۰۸
- 7 المنتخب للخلال: ۸۸، ۳۳
- 8 المنتخب للخلال: ۸۷، ۲۹
- 9 المصنف. ابن أبي شيبة: 388/6 ح 32267
- 10 المنتخب. للخلال: 214 رقم 125
- 11 ابن تيمية. مجموع الفتاوى: 5/25
- 12 ابن رجب، شرح علل الترمذی: 2/123
- 13 العلل: ۱/۱۶۱
- 14 الفية السیوطی: ۷۱-الباعث: ۶۵
- 15 المسند/شاکر: ۱/۳۹
- 16 المصعد الأحد قبل المسند/شاکر: ۱/۳۰
- 17 المسند/شاکر: ۲/۱۱۵-۲۳۶
- 18 المسند/شاکر: ۲/۱۱۶-۱۲۳۷
- 19 الضعفاء: ۵/۹۸۷-تهذيب الكمال: ۲۱/۶۰۵
- 20 التهذيب: ۸/۲۷
- 21 المسند/شاکر: رقم ۱۲۳۶
- 22 المسند/شاکر: رقم ۱۲۳۷
- 23 المسند/الرساله: ۲/۳۰۳-۳۰۵